سیرت امام ابو حنیفہ رح

حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم

مرتبہ

حافظ مولوی ودود الرحمٰن مقصود

خلاصہ

ان عظیم الشان مقتداؤں میں سے ان عظیم الشان پیشواؤں میں سے اور ان عظیم الشان اصحابِ فقہ وتفقہ میں سے ایک بڑی ہستی حضرت نعمان بن ثابتؒ کی بھی ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا نام ''نعمان'' تھا ان کے والد صاحبکا نام ''ثابت'' تھا، کوفہ آپ کا مولد اور مسکن رہا ہے اللہ پاک نے آپ کو بیشمار خصوصیات سے سرفراز فرمایا تھا،اللہ پاکنے ان کو علم کے سیکھنے اور سکھانے کا اتنا جزبہ پیدا فرمادیا تھا جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے اساتذہ کی تعداد ہزاروں کی تھی، تو پھر شاگردوں کی تعداد کتنی ہو گی، اور جانتے ہیں کہ پوری دنیا میں ائمہ اربعہ کے مقلّدین پائے جاتے ہیں لیکن سب سے زیادہ تعداد پوری دنیا میں جن کے فقہ کی تقلید و پیروی کرتی ہے وہ امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں۔

www.silsilaekamaliya.com
Al Kamal Publications

سیرت امام اعظم ابو حنیفہؒ

الحمد للہ :الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحا بہ و بارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً

اما بعداعو ذ با اللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یا یھا الذین آمنو ا أ طیعو اللہ و أطیعو الرسول و أو لی الا مر منکم صد ق اللہ العظیم

محترم بزرگو اور عزیز ساتھیو برادرانِ اسلام:

قرآن مجید کی آیت کا جو حصہ پڑھا گیا ہے اس میں اللہ جل جلالہ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا اور ساتھ ہی ساتھ رسول ؐ کی اطاعت کا بھی حکم دیا، اور پھر اس کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا اُولی الامر کی ایک مرادِ ظاہری اور دوسرے بے شمار مفسرین و محدثین کے پاس اس سے مراد علمائے فقہ ہیں اور فقہائے اسلام مراد ہیں، حضرت حسنِ بصری رحمۃاللہ علیہ کا یہی قول ہے، حضرت ابو العالیہ رحمۃاللہ کا یہی قول ہے، حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی یہی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عبّاس اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہم وغیرہ کا یہی قول ہے کہ اس سے مراد فقہائے اسلام مراد ہیں اسی لئے آیات و روایات کی روشنی میں مفسرین و محدثین نے فقہ اور علمائے فقہ کی تفصیلات وتشریحات بیان فرمائی ہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقہ کی تعریف میں ایک بات بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ (معر فۃ النفس ما لھاو ما علیھا) آدمی اس بات کو معلوم کرے کہ اس کے لئے کونسی چیزیں مفید ہیں، اور کونسی چیزیں اس کے لئے مفید نہیں ہیں، وہی در حقیقت فقہ کی تفصیل جو دین کے سارے اعتبارات کو لئے ہوئے رہتی ہے سمجھ بوجھ کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ بہت سی آیات میں جہاں حکمت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہاں پر علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد حکمت سے فقہِ اسلامی مراد لیتی ہے، اسی لئے فرمایا حضور اکرم ﷺ نے من یؤ ت الحکمۃ فقد أوتی خیرا کثیر۔

فقیہ واحد اشدّ من الشیطان من الف عا بد:

جس شخص کو فقہ دیدی گئی جس شخص کو سمجھ دیدی گئی جس کو تفقہ ملا اس کو بہت بڑے خیر سے ہمکنار کیا گیا ہے وہ من جانب اللہ کی توفیق سے ایک خاص فقہ اور تفقہ کا حامل سمجھا جاتا ہے اور خیرِ کثیر میں اس کا شمار ہوتا ہے، اس لئے امام محمدؒ نے بتایا (فقیہ واحد اشدّ من الشیطان من الف عا بد) آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو شعری ذوق کے سانچے میں ڈھال کر

ارشاد فرمایا، ایک فقیہ اور ایک علمِ فقہ رکھنے والا ایک احکام شریعت کی روحانیت اور معنویت سے واقف شخص اور سوجھ بوجھ کا حامل آدمی ہزار عابدوں پر بھاری ہوتا ہے، عابد کو شیطان آسانی کے ساتھ بھٹکا دیتا ہے لیکن فقیہ کو شیطان آسانی سے نہیں بھٹکا پاتا۔

اسی لئے آج ہم فقہ کے اعتبارات میں ایک خصوصی حصہ ذکر کر رہے ہیں جو امام اعظمؒ کے مختصر حالات اور احوال پر مشتمل ہے وہی آج کے بیان کا خلاصہ ہوگا، اور حالات کے تقاضہ کے تحت ان تفصیلات کا آنا بھی قرینِ مصلحت ہے اس لئے کہ لوگوں میں فقہ اور فقہاء کے بارے میں بڑی لاپرواہیاں پیدا ہوگئی ہیں اور بعض تو اتنی بے اعتنائی سے فقہ کو ٹھکرادیتے ہیں جیسے ان کو فقہ کی ضرورت نہیں ہے جب امام اعظم کا نام آتا ہے تو ان کو موردِ لعن سمجھتے ہیں ان کو گالیاں دے کر اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کا شکار ہیں ان کو گالیاں بک کر اپنے آپ کو کامیاب سمجھ رہے ہیں، چاہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہو یا امام شافعیؒ کی بات ہو یا امام مالکؒ کی بات ہو یا امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہو، ان کے سلسلہ میں آپ یہ بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ یہ فقہاءِ اربعہ کے چاروں مسالک حق ہیں، ہاں یہ بات بھی ہے کہ تحقیق کے اعتبار سے جو جس امام کو فقہی جزئیات میں اپنا مقتداء بنائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے مگر باعتبارِ تحقیق بنانا پڑتا ہے اور پورے طور پر بنانا پڑتا ہے، البتہ ایک اصول یاد رکھنا ہوگا کہ یہ ائمہ جو ہوتے ہیں یہ بالرّاست واجب الاطاعت نہیں ہوتے، بالرّاست جو ہستی واجب الاطاعت ہے وہ حضرت محمد ﷺ کی ہستی ہے، اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا کہ اطیعو اللہ و اِطیعو الرسول اللہ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے وضاحت موجود ہے۔

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی:

اگر قابل رحم بننا ہے اللہ کی رحمت کے مستحق بننا ہے، اللہ کی مہربانیوں کا استحقاق حاصل کرنا ہے تو پھر اللہ اور آقاء ﷺ کی اطاعت کو لازم پکڑنا ہوگا، تو جس طریقہ سے رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد موجود ہے(ومن یطع الر سول فقد اطا ع اللہ)جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی اور جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی وہ بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار ہو گیا جیسا کہ ارشاد موجود ہے(ومن یطع اللہ ورسو لہ فقد فا ز فوزاً عظیما)لیکن جب اس طرح کی بات آتی ہے تو لوگوں کی عقلوں میں یوں خیال دوڑتا ہے کہ جب راست آقا ﷺ کی اطاعت مقصود ہے تو یہ درمیانی شخصیتوں کو ہٹا دینا چاہئے، اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے تفصیل اور تحقیق اپنی جگہ پر۔

امام ابو حنیفہؒ کی اطاعت رسول ہی کی اطاعت ہے:

آج کے اس مختصر خطبہ میں کچھ سمجھ بوجھ کی بات آپ حضرات کے سامنے کر دیں گے تاکہ بات اچھی طرح آپ کے دل و دماغ میں بیٹھ جائے، اگر مجموعہ کثیر ہو اور ایک امام امامت کر رہا ہو بالفرض لوڈ اسپیکر کی دشواری ہو اور اس امام کی آواز آخری فرد تک پہونچانے کے لئے اگر دس مکبّر رکھے گئے اور پیچھے جو ہزاروں لاکھوں لوگ اقتداء کر رہے ہیں اور مکبّرین کی تکبیر ہی کو بنیاد بنا کر رکوع و سجدہ کر رہے ہیں، تو اب کیا یوں کہا جائے گا کہ امام کی اطاعت نہیں ہو رہی ہے مکبّر کی اطاعت ہو رہی ہے؟ نہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ مکبّر کی اطاعت امام ہی کی اطاعت ہے اسی طرح یاد رکھئے کہ امام ابو حنیفہؒ کی اطاعت رسول ہی کی اطاعت ہے، امام شافعیؒ کی اطاعت رسولؐ ہی کی اطاعت ہے، امام مالکؒ کی اطاعت رسول ﷺ ہی کی اطاعت ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کی اطاعت رسول ﷺ ہی اطاعت ہے اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی، اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ میرے دوستو: مکبّر کی تکبیر کو بنیاد بنا کر اس کی اقتداء کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکبّر ہی واجب الا طاعت بن گیا ہے، مکبّر راست واجب الاطاعت نہیں ہوتا ہے، اسی لئے قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ (وما ارسلنا من الرسول الا لیطا ع بأ ذ ن اللہ) اصل میں ''مطاع'' یعنی وہ ذات اور وہ ہستی جن کی اطاعت کی جانی چاہئے وہ ''حضور اکرم ﷺ ''کی ہستی مبارک ہے۔

میرے دوستو: ان عظیم الشان مقتداؤں میں سے ان عظیم الشان پیشواؤں میں سے اور ان عظیم الشان اصحابِ فقہ و تفقہ میں سے ایک بڑی ہستی حضرت نعمان بن ثابتؒ کی بھی ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا نام '' نعمان'' تھا ان کے والد صاحب کا نام ''ثابت'' تھا، کوفہ آپ کا مولدا ور مسکن رہا ہے اللہ پاک نے آپ کو بیشمار خصوصیات سے سر فراز فرمایا تھا، اللہ پاک نے ان کو علم کے سیکھنے اور سکھانے کا اتنا جزبہ پیدا فرمادیا تھا جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے اساتذہ کی تعداد ہزاروں کی تھی، تو پھر شاگردوں کی تعداد کتنی ہو گی، اور جانتے ہیں کہ پوری دنیا میں ائمہ اربعہ کے مقلّدین پائے جاتے ہیں لیکن سب سے زیادہ تعداد پوری دنیا میں جن کے فقہ کی تقلید و پیروی کرتی ہے وہ امام اعظم ابو حنیفہؒ ہیں۔

قیامت تک بھی آپ تلاش کریں گے تب بھی احناف کی تعداد زیادہ ہو گی، چاہے مشرق میں ہو مغرب میں ہو، شمال و جنوب میں ہو، اقطاعِ عالم کے چاروں گوشوں میں مجموعی طور پر جب آپ پوری دنیا کا سروے کریں گے تو آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ سب سے زیادہ متبوعیت کی شان جس شخصیت میں پائی گئی وہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ہے۔

اب سوال پیدا ہو گا کہ بھائی ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟ ایسا کیوں کر ممکن ہے ؟ اس کا جواب یہی ہو گا کہ آپ کتا بیں پڑھئے آپ کو اندازہ لگ جائے گا"عقود الجمان پڑھئے " حدائقِ حنفی پڑھئے"فقہائے احناف پڑھئے "سیرتِ امام اعظم پڑھئے" اور" طبقاتِ حنابلہ پڑھئے "اور الموفّق" پڑھئے پھر معلوم ہو گا کہ امام اعظم کی شان کیا ہے اور کیسی شخصیت و ہستی کے حامل رہے۔

عزیزان گرامی : ایک وقت کا تذکرہ ملتا ہے قطعِ نظر اس کے کہ مزید آپؒ کی سوانحی تفصیلات کیا ہیں ، صرف اتنا کافی ہو گا کہ اللہ پاک نے آپ کو ظاہر کے اعتبار سے بھی بہت زیادہ مستغنی المزاج بنایا تھا یعنی آپ بڑے مال دار تھے ، کپڑے تجارت کرتے تھے ،ایسا لکھ پتی اور کروڑ پتی اور اتنا زیادہ مالدار اور ایسی ہستی کہ جن کی تجارت جن کی صداقت جن کی راستی کا اور جن کی سچائی کا جن کی امانت داری کا اور جن کی دیانت داری کا چرچہ رہا ہو آپؒ کبھی بھی شبہ کو کوئی جگہ نہیں دیتے تھے ، شبہات کو داخلہ نہیں دیتے تھے ،ایک مرتبہ کا ذکر آپ کو سناؤں آپ کے ایک شریکِ تجارت تھے ،ان کا نام تھا حفص ابن غیاثؒ ایک مرتبہ امام صاحب علیہ الرحمہ نے بہت سا کپڑا اپنے ساتھی و شریک کار کے حوالے کیا اور اصول و ضابطہ بتا دیا تھا کہ جب کسی کو آپ کوئی کپڑا فروخت کریں تو پہلے خریدنے والے کے سامنے چیز کھول کر رکھدینا اور خاص طور پر وہ بات بتادینا جو اس چیز کے اندر نقص اور عیب کے لائن سے پائی جاتی ہو کہدینا کہ اس کپڑے میں یہ نقص ہے اور یہ عیب ہے تب آپؒ کے ساتھی نے کہا کہ حضرت ٹھیک ہے جیسا آپکا حکم ہو، اور ساتھی ویسا ہی کرتے رہے لیکن ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ خریدنے والے بہت زیادہ تھے ہو سکتا ہے کوئی بات ایسی پیش آئی ہو کہ حفص ابن غیاثؒ کپڑے کا عیب بتانا بھول گئے ، وہ کپڑا بک چکا تھا اور اس کپڑے کی رقم آئی عوض کے طور پر تیس ہزار دینار جب حفص ابن غیاثؒ اس رقم کو لے کر امام اعظمؒ کے پاس پہونچے تو امام اعظم علیہ الرحمہ نے حفص ابن غیاثؒ سے پوچھا کہ آپ نے کپڑے کا عیب خریدار کو بتایا تھا؟ تو حفص ابن غیاثؒ نے کہا کہ حضرت معاف کرنا مجھ سے بھول ہو گئی ہے، تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ان تیس ہزار دینار میں سے ایک دینار بھی میرے لئے قابل قبول نہیں ہے خبر دار اگر تم نے ان میں سے ایک دینار بھی مجھے دینے کی کوشش کی تو، پورا کا پورا مال جو اس وقت تم لائے ہو سب کا سب صدقہ کردو، کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا مالِ حلال مشتبہ نہ ہو جائے، میں اللہ کے دربار میں مشکوک مال کے ساتھ داخل ہونا نہیں چاہتا،ایک ایک پائی خیرات کردی، وہ ہیں امام ابو حنیفہؒ ان پر ہم میں سے کچھ لوگ تعصّب کی آنکھ لگارہے ہیں، عاقبت خراب کرنی ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے تقوے کا کیا حال تھا؟ ان عبادت گزاری کیسی تھی؟ اللہ سے مناجات کیسی تھی؟ اللہ تعالی کے کلام کی تلاوت کیسے کیا کرتے تھے؟ حضرت ابن قمیص رحمۃاللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ محمد بن حسین المؤذّن وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بنفسِ نفیس میرے ساتھ ایک بات پیش آئی وہ تھی کہ مجھے عشاء کی نماز پڑھانے کا موقع ملا، عشاء کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے، محمد بن حسین المؤذّن ؒ فرماتے ہیں میں تھوڑی دیر ٹھیرا رہا کہ شائد نعمان بن ثابت بھی اپنے گھر چلے جائیں گے میں نے انتظار کیا مگر وہ گئے نہیں ایک چھوٹی سی چمنی (چراغ) جل رہی تھی محمد بن حسین المؤذن ؒ نے کافی دیر تک انتظار کیا اس کے بعد انہوں نے سوچا کہ شائد کچھ دیر عبادت میں مصروف رہنا چاہتے ہوں وہ حضرت امام صاحب ؒ کو اسی عبادت والی حالت پر چھوڑ کر چلے گئے پھر فجر کے وقت آئے اور امام اعظم ؒ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ اپنی ڈاڑھی کو پکڑے بِلک رہے ہیں، رو رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اور اللہ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ عشاء کی نماز میں (اذا زلز لت الارض زالزا لها) پڑھا گیا ہے اور اے اللہ آپ اس میں یہ بات بیان فرما رہے ہیں کہ (فمن یعمل مثقال ذرة خیراً یره و من یعمل مثقال ذرّة شراً یره) اے اللہ ذرّہ برابر اچھائی کریں گے تب بھی آپ دکھائیں گے اور ذرہ برابر، برائی کریں گے تب بھی آپ دکھائیں گے، اے اللہ میں تیرا ضعیف بندہ ہوں میرے گناہوں کو معاف فرما دے، جہنم کی آگ سے چھٹکارہ دلا دے، محمد ابن حسین المؤذّن کہتے ہیں کہ جب حضرت کی نظر مجھ پر پڑی تو حضرت نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر لیا اور دیکھ کر مجھ سے کہنے لگے کہ شائد تم اپنے کسی کام کے لئے آئے ہو؟ مؤذن صاحب ؒ، نے کہا کہ حضرت فجر کا وقت ہو چکا ہے اور میں اذان بھی دے چکا ہوں اب نماز کی تیاری کرنی ہے، تو امام اعظم ابو حنیفہ ؒ نے حضرت محمد بن حسین المؤذن ؒ کو پکڑ کہا کہ بات یہ ہے کہ آج کے اس حال کو جو آپ نے آج دیکھا اس کو لوگوں سے چھپائے رکھئے لوگوں کا سامنے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا، یہ حضرت کے تقوے کا حال تھا۔

عزیزان گرامی قدر: یہ ایک مرتبہ کی بات نہیں ہے بلکہ بیشمار اوقات میں ایسا ہی حضرت کا معمول رہا، کیا آپ جانتے ہیں حضرت کی تلاوت کا شغل کیسا تھا؟ اور حج کا ذوق کتنا تھا؟ آپ کو یہ معلوم ہونی چاہئے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃاللہ علیہ نے پچپن (۵۵) حج کئے ہیں، اور تلاوت رمضان المبارک میں تو لازماً معمول ساٹھ (۶۰) قرآن شریف مکمل کرنے کا رہا ہے، ایک قرآن دن میں مکمل کر لیا کرتے اور ایک قرآن رات میں مکمل کر لیا کرتے، جیسا کہ امام شافعی ؒ کے بارے میں بھی معروف ہے، اس کے علاوہ کئی کتابوں میں ہم نے یہ بات پڑھی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃاللہ علیہ نے ساٹھ

ہزار قرآن مجید مکمل پڑھے ہیں، چاہے کوفہ کی بات ہو، یا بغداد کی بات ہو، یا ایران کی سرزمین کی بات ہو، یا اور کوئی ایسی جگہ ہو جہاں آپؒ کا جانا اور آنا ہوا ہو، بعض حضرات نے صرف کوفہ ہی کا نام لیا ہے، بعض حضرات نے محصور بھی کیا بعض مقامات کے اعتبار سے، لیکن تنگ نظری کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی مبالغہ آمیزی کی ضرورت ہے اگر آدمی مسلسل کام کرتا ہے، صحیح ذوق سے کرتا ہے، صحیح سلیقہ سے کرتا ہے، استقامت سے کرتا ہے تو تھوڑا کام بھی چند دنوں میں بہت زیادہ نتیجہ خیزی کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

عزیزان گرامی: ایسا نہیں ہے کہ حضرت امام صاحبؒ عبادت کیا کرتے تھے تو دوسروں کا لحاظ نہیں کیا کرتے تھے بلکہ آپؒ ہر ایک کا لحاظ کیا کرتے تھے اور فیّاض اتنے سخی اتنے داد و دہشت کے متوالے اتنے کہ کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ خزانے میں کیا کمی آرہی ہے یا کیا زیادتی ہو رہی ہے۔

ایک وقت کا ذکر ہے امام صاحبؒ اپنے بیٹے کی بسم اللہ خوانی کے لئے ایک استاذ کے پاس بھیجا تو وہ استاذ صاحب نے ان کے فرزند کو بسم اللہ پڑھا دی اس کے بعد امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان محترم استاذ کے لئے پانچ ہزار روپیہ کا نذرانہ لے آئے اور خدمت میں پیش کیا اور فرمایا کہ آپ نے میرے بچے کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھایا ہے یہ اس کا صلہ اور بدلہ نہیں ہے بلکہ ایک چھوٹا سا نذرانہ اور تحفہ ہے (واللہ لو کان عند ی اکثر من ذالک لد فعتہ الیک تعظیماً للقر آن الحکیم)اس وقت میرے پاس اتنا ہی ہے اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو خدائے پاک کی قسم میں اس سے زیادہ دینا چاہتا قرآن پاک کی تعظیم کے لئے، پھر کچھ دن بعد جب سورۂ فاتحہ پڑھائی تو پھر سے پانچ ہزار کا نذرانہ پیش کیا، اتنی تعظیم قرآن عظیم کی اور قرآن کے پڑھانے والوں کی کیا کرتے تھے حضرت امام صاحبؒ، ہم لوگ کسی مسئلہ سے یا اس کی جزئیات سے واقف نہیں رہتے بس سرسری انداز میں پوچھ لیتے ہیں کہ مولانا قرآن پڑھانے والوں کو پیسے نہیں دینا ہے ایسا میں نے سنا ہے کیا یہ صحیح ہے یہ عام طور پر لوگوں کا سوال رہتا ہے، کس انداز سے دینا چاہئے یہ نہیں پوچھتا کوئی بھی شخص یہ تو ہماری بدبختی کا عالم ہے یہ اہمیت ہے ہمارے دلوں میں قرآن کی اور قرآن پڑھانے والوں کی (العیاذ باللہ) مزاج چونکہ بگڑا ہوا ہے اسی لئے دینے کے طریقوں سے ہم لوگ واقف نہیں ہیں اس کے لئے ذوق چاہئے شوق چاہئے، جستجو کی ضرورت ہے، حوصلہ چاہئے، کبھی استاذ نے یوں نہیں کہا کہ آپ ہم کو صلہ دیجئے، یہ نہیں کہا کہ تنخواہ دیجئے، یہ نہیں کہا کہ میرا

بد ل مجھے دیجئے ، بس اپنا کام کیا اور خاموش رہے اور ذمہ دار نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی ، اصل میں بات یہ ہوتی ہے کہ ہر آدمی اپنے حقوق کو سمجھے، غریب اپنے حقوق کو سمجھے اور امیر اپنے حقوق کو سمجھے ، غریب کا کام محنت کرنا ہے جستجو کرنا ساتھ دینا، ایڑی چوٹی کا زور لگانا، خون پسینہ ایک کرنا یہ غریب کا کام ہے اور اس کے بعد امیر کا کام یہ ہے کہ وہ غریب کا ساتھ دے، فیّاضی سے کام لے، سخاوت دکھانا، داد و دہشت کرنا، اور غریب کی ضروریات کا تکفل کرنا اسی لئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی امیر سے امیر آدمی بھی بہترین لباس پہن کر، گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور سوال کرے تو بھی اس کو انکار نہ کرنا ،لیکن دوسری طرف یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص بلا کسی ضرورت کے لوگوں سے سوال کرے تو وہ شخص حشر کے میدان میں اس حال میں آئے گا کہ اس کے اوپر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ رہے گی۔

ایک طرف امیروں کو بھی بتایا اور دوسری طرف غریبوں کو سمجھایا لیکن آج نظام پوری طرح الٹ چکا ہے امیر کہتا ہے کہ غریب کی کمر توڑ، اور گردن توڑ، دوسری طرف غریب کہتا ہے کہ امیر کا پیٹ پھوڑ، تم نے اپنا راستہ چن لیا اور انہوں نے بھی اپنا راستہ، اصل میں ہوا یہ کہ ترتیب میں بگاڑ آچکا ہے، جو ترتیب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی وہ ترتیب اختیار کرنی ضروری ہے۔

بہر حال عزیزان گرامی: حضرت امام صاحبؒ بڑی سخاوت کے مالک تھے، غریبوں کی مدد کرنا، یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا حضرت کے اعمال میں سے ایک پسندیدہ عمل تھا، اس کے علاوہ آپؒ دعاؤں میں مصروف رہتے التجاؤں میں مصروف رہتے، عبادات میں مصروف رہتے، تلاوت میں مشغولیت رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میرے ساتھ ایک بات پیش آئی امام اعظمؒ کے بارے میں، ایک مرتبہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ اور میں ایک راستہ پر چل رہے تھے، تو ایک آدمی نے ہم دونوں کو دور سے دیکھ لیا، جب اس نے امام صاحبؒ کو دیکھا تو اپنا راستہ بدل کر دوسرے راستہ سے چل پڑا، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس آدمی کو بلاؤ، بلایا گیا تو اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے کچھ تکلف کر رہے ہو ہم کو دیکھ کر تم نے اپنا راستہ کیوں بدلا؟ تو اس شخص نے کہا کہ حضرت بات یہ ہے کہ میں آپ کا مقروض ہوں اور دس ہزار دینار کا قرض ادا کرنا باقی ہے، آپ کو دیکھا تو مجھے شرم محسوس ہوئی کہ جتنا وقت آپ نے دیا تھا وہ گزر گیا ہے اور اس میں ایک پائی بھی آپ کو ادا نہ کر سکا اسلئے مجھے شرم آئی اور میں آپ سے چھپنا چاہا، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتنی سی بات ہے اور تم تکلّف میں پڑ گئے چلو ایسا کرتے ہیں کہ وہ ساری رقم تم کو میں ہبہ میں منتقل کرتا ہوں ،یہ ظرف تھا حضرت امام صاحبؒ کا۔

حضرت سفیان ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ قرضوں میں گرفتار ہو گئے اور جیل بھجا دئے گئے، رفتہ رفتہ یہ بات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہونچی تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ ابن عیینہ قرض والی حالت میں گرفتار ہیں اور نشانہ بھی بنے ہوئے ہیں اور مختلف حالات سے دوچار ہیں (اپنے خادم کو بھیجا یا خود ہی ابن عیینہؒ کے پاس تشریف لائے) اور پوچھا کہ ابن عیینہ یہ بتاؤ کہ آپ کتنے قرض میں مبتلا ہیں، تو انہوں نے کچھ خاص مقدار بتائی جو غالباً بیس تا پچاس ہزار دینار پر مشتمل تھا، اور پھر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ کیا آپ نے کسی اور سے اس قرض کو ادا کرنے کے ارادے سے مدد لی ہے؟ تو کہا کہ ہاں کچھ لوگوں سے مدد لی ہے تو امام صاحب نے فرمایا کہ کسی سے مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے جس سے مدد لی ہے ان کو واپس کر دو، آپ کا پورا قرض میں اپنی طرف سے ادا کرتا ہوں چا ہے وہ بیس ہزار دینار ہوں یا چالیس ہزار دینار ہوں یا پچاس ہزار دینار یا اشرفیاں ہوں سب میں ادا کر دوں گا، اس طرح سے آپؒ نے پورا قرض ادا کر کے حضرت ابن عیینہؒ کو بری کروایا۔

عزیزانِ گرامی : یہ مزاج تھا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا، متّقی ایسے، پرہیزگار ایسے، عابد ایسے، تلاوت قرآن اس انداز میں، تجارت کا رنگ ڈھنگ ایسا، شبہات سے بچنا اس طرح کا، اور عہدوں و منصبوں سے بچنے کا بھی بڑا عجیب مزاج تھا، عہدہ وصدارت اور سکریڑی شپ، جتنے بھی عہدے ہو سکتے ہیں سب سے بڑی ہی دوری اختیار کر رکھے تھے، خلیفۂ وقت ابو جعفر منصور اس کی بڑی قوت والی حکمرانی چل رہی تھی اس نے کہا کہ ایسا کرو چیف جسٹس کے عہدے کے لئے اور قاضی القضاۃ کے عہدے کے لئے منصفِ عدالت کے عہدے کے لئے نعمان بن ثابت موزوں رہیں گے ان کو بلا لاؤ، امام صاحب کو بلایا گیا آپ تشریف لائے اور پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ تو آپؒ سے کہا گیا کہ ہم آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دینا چاہتے ہیں تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ (لا اصلح) میرے اندر اس عہدے کی صلاحیت نہیں ہے تو اس نے کہا کہ (بل انت تصلح) نہیں نہیں بلکہ آپ کے اندر اس عہدے کی بہترین صلاحیت موجود ہے دونوں میں تکرار ہوتی رہی (عظمتِ شان سے متاثر تھا) چڑ میں آکر غصہ میں آکر ابو جعفر منصور کہنے لگا کہ آپ جھوٹ کہہ رہے ہو آپ اس کی صلاحیت بدرجہ اولیٰ رکھتے ہو تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تو مسئلہ اور بھی آسان ہو چکا ہے کہا گیا کہ وہ کیسے؟ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں تو کہہ رہا ہوں سچی بات اور تم سمجھ رہے ہو کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں ،اب آپ سوچئے کہ ایک جھوٹے آدمی کو منصبِ قضاء دینا کہاں تک جائز ہے، یہ سنتے ہی وہ خاموشی سے چلتا بنا تو یہ ہیں امام ابو حنیفہ کی ذاتِ بابرکت۔

اور آج ہم لوگوں کی صورتحال کیا ہے " اللہ کی پناہ " ہم کو اگر اس طرح کا موقع مل جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ کسی بھی طرح کوشش کر کے ہمارے لئے فلاں عہدہ کے لئے گنجائش نکال دیجئے، جو کچھ کرنا پڑے کرو، کیسے بھی کرنا پڑے کرو بعد کے حالات سے میں نمٹ لوں گا یہ ہم لوگوں کا حال ہے۔

میرے دوستو: ایک طرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ذاتِ بابرکت ہے، وہ کیسی شان کے حامل تھے، اور ایک طرف ہمارے اور آپ کے جیسے ناکارہ لوگ ہیں، زمین اور آسمان کا فرق موجود ہے مراتب میں پھر بھی ایک مرتبہ بھی نہیں سوچتے اور زبان درازی کرتے تھکتے نہیں (العیاذ باللہ) اللہ پاک اپنے بڑوں کی قدردانی ہمیں نصیب فرمائے، ایسے ہی ایک مرتبہ کا ذکر ملتا ہے ابن جبیرہ جو گورنر تھا عراق وبصرہ کا بڑی سلطنت کا مالک تھا، ابو جعفر منصور خلیفہ کے حکم پر کہا کہ فلاں چار افراد کو پکڑ کر لے آؤ، ان میں سے ایک سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مصر ابن کدام رحمۃ اللہ علیہ تیسرے ابو حنیفہؒ اور چوتھے قاضی شریک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بات آئی کہ گورنر نے چاران افراد کو طلب کیا ہے، اللہ پاک نے حضرت امام صاحبؒ کو بصیرت ایمانی کا موجِ رواں بنایا تھا، آپ علیہ الرحمہ نے کہا کہ سفیان ثوری کسی طرح کہیں نکل جائیں گے، مصر ابن کدام اپنی مجنونانہ کیفیت ظاہر کر کے چھوٹ جائیں گے اور میں بھی حیلے اور تکرار کر کے حاکم سے برأت حاصل کرلوں گا پھنس جائیں گے قاضی شریک چنانچہ ویسا ہی ہوا، پولیس ان چاروں کو لے چلی، راستہ میں ایک جگہ پر سفیان ثوری نے کہا کہ میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر آتا ہوں یہ کہکر دیوار پار کرلی دیوار کے اس پار نہر تھی اور وہاں کشتی رانی بھی ہو رہی تھی اور کچھ لوگ سفر کے لئے جا رہے تھے، دیوار کے پیچھے غنیمت جانا کشتی والوں کے پاس آئے اور ملاّح سے یہ بات کہی کہ دیوار کے اس پار میرا ایک دشمن ہے اور وہ مجھے بغیر چھری کے ذبح کر دینا چاہتا ہے یہ بات انہوں نے جھوٹ نہیں کہی کیوں کہ حدیث میں ہے "جس کو منصبِ قضاء سونپا گیا اس کو بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا" تو انہوں نے صداقت اور تاویلِ خصوصی سے کام لیا، ملاّح سے کہدیا کہ فلاں جگہ پر میرے لئے کچھ رکاوٹیں ہیں میں ان سے بچنا چاہتا ہوں تو کشتی والوں نے ان کو کشتی میں جگہ دیدی بلکہ ان کی مدد کی اور ان کو چھپا لیا، کچھ دیر گزری سفیان ثوریؒ واپس نہیں آئے، تو پولیس والوں نے سوچا تلاش کی جانی چاہئے کہاں چلے گئے ان کو تلاش کیا گیا ڈھونڈنے والے تھوڑی تلاش کے بعد واپس آئے اور کہا کہ ہم نے سفیان ثوری کو کھو دیا ہے، اب تینوں کو ساتھ لیکر ذمہ دار چل پڑے، دربارِ شاہی میں داخل ہوئے، سب سے پہلے مصر ابن کدام رحمۃ اللہ علیہ کو شاہی دربار میں بلایا گیا آپ بغیر کسی تکلّف کے سیدھے شاہی دربار میں داخل ہو کر غالباً ابو جعفر منصور کے پاس یا اس وقت جو بھی گورنر تھا اس کے پاس

پہونچے،اور کہا کہ السلام علیکم کیا حال ہے سنا ہے آپ نے مجھے بلا یا ہے ، اور بتایئے کیا ہے آپ کے بیوی بچے کیسے ہیں، کاروبار کیسے چل رہا ہے ، غرض جو سمجھ میں آیا کہتے چلے گئے ، آخر میں ہنسنے لگے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ مصرابن کدام عہدۂ قضائت پر فایز کرنا چاہتے ہیں ، لوگ کہنے لگے کہ صاحب اس طرح کے پاگل کو کیوں لایا گیا ہے خادمِ خاص نے بھی کہدیا کہ صاحب یہ تو کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے ،تو حاکم نے کہا کہ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے اس کو باہر کی طرف نکالو وہ جان کر ہی ایسا کر رہے تھے وہ بھی بچ کر نکل پڑے۔

اگر ہم لوگ ان کی جگہ ہوتے تو چاپلوسی کر کے رشوت کھلا کر اس عہدے کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ، یہ ہے ہم کتنے اہلِ وفاء دار پر چڑھ گئے کتنے اہلِ ہَوَس بن گئے نور تن حضرت مصرابن کدام رحمۃاللہ علیہ نے چھٹکارہ حاصل کر لیا،امام صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں ایک ضروری بات آپ کے سامنے آگئی ہے،ان کے پاس حیلے اور تدبیروں کی کتنی باتیں نہیں تھی ہوں گی،ان تمام باتوں کی اب چنداں ضرورت بھی نہیں ہے وہی بات کافی ہے جو پہلے ذکر کی جاچکی ہے، مختصراًبات یہ کہ امام صاحب نے فرمایا کہ میں تو ایک نان بائی کا بچہ ہوں ایک معمولی تاجر ہوں،لوگ کہنے لگیں گے کہ ایک معمولی تاجر کو ہمارے سروں پر بٹھادیا گیا ہے اسلئے اے حاکم یہ تو آپ کی شان کے خلاف ہوگا اور میری بھی عزّت کا مسئلہ ہے میں ایک کپڑے کا تاجر آپ مجھے اس منصب پر اگر بٹھادیں گے تو باتیں ہوں گی یا تو میں آپ کے قریب ہو جاؤں گا اور اس وجہ سے آپ مجھ پر احسانات کریں گے اور ان احسانات کی وجہ سے میں آزمائشوں کے جال میں رہوں گا،اور اگر آپ کے منشاء کے خلاف فیصلے کروں گا تو پھر میں ذلّت کے دائرے میں داخل ہو جاؤں گا، اس لئے جو چیز آپ کے پاس ہے وہ آپ ہی کے پاس رہنے دیجئے اور جو چیز میرے پاس ہے وہ میرے پاس رہنے دیجئے اور امام صاحب وہاں سے چل پڑے۔

باقی رہ گئے تھے قاضی شریک رحمۃاللہ علیہ،ابو جعفر منصور کو غصہ آیا اس نے کہا کہ ایک شخص بچا ہوا ہے اس کو پکڑ لاؤ، لایا گیا بات چیت شروع ہوئی تو قاضی صاحبؒ نے فرمایا کہ اے حاکم میرا تو دماغ کمزور ہے تو اس حاکم نے کہا کہ فالودہ کھلا دیں گے مگر تم کو چھوڑیں گے نہیں،انہوں نے کہا کہ میں کمزور ہوں جسمانی اعتبار سے تو اس نے کہا کہ روزآنہ مقوّی غزائیں دی جائیں گی مگر انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے ،کافی کوشش کے باوجود بھی قاضی شریک کو امام صاحب کے کہے کے مطابق اس منصبِ قضائت پر بٹھادیا گیا، نہیں نکل سکے ، چاہتے تو وہ بھی نہیں تھے لیکن بہر حال کسی نہ کسی کو قبولیت کے درجہ میں لانا ہی تھا،وہ بھی تو اگر صحیح طرز پر کیا جائے تو بڑی ہی ذمہ داری کا ہی کام ہوتا ہے رفاہی کام ہی ہوتا ہے۔

میرے دوستو: بتانا یہ ہے کہ یہ جو قوی ایمان رکھنے والے ہوتے ہیں اور پر ہیز گار ہوتے ہیں، جو اولیاء کرام ہوتے ہیں اور جو لوگ تقویٰ شعار ہوتے ہیں اور جو خاص طور پر فقہِ ظاہر و فقہِ باطن کے حامل ہوتے ہیں اللہ سے ڈرنے والے جو ہوتے ہیں وہ ہر چیز میں ایک احتیاط والا پہلو ضرور رکھتے ہیں۔

آخری بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ننانوے مرتبہ اللہ پاک کو خواب میں دیکھا جیسا ان کے شایانِ شان تھا جیسا اللہ ان کو نظر آنا چاہتے تھے، یہ اہل سنت کا مسلک ہے اس کو مظبوطی سے تھام لینا چاہئے، اس لئے کہ اللہ کی ذات کو کسی بھی قسم کی حد بندیوں و دیواروں میں اور لکیروں میں اور خانوں میں فٹ نہیں کر سکتے وہ تو لا یحد ولا یتصور ذات ہے، لیکن جمہورِ علماء اور بیشمار فقہاء لکھتے ہیں کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کو ننانوے مرتبہ اللہ پاک کی زیارت نصیب ہوئی ہے، اس موقع پر نقل کیا گیا ہے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر پھر ایک مرتبہ مجھے اللہ پاک کی زیارت ہو تو میں اللہ پاک سے ایک سوال کروں گا، بہر حال مقدر ہو چکا تھا جب سوّیں مرتبہ امام صاحبؒ نے اللہ پاک کو خواب میں دیکھا تو ابو حنیفہؒ نے اللہ پاک سے پوچھا کہ اے اللہ تیری دوزخ کے عذاب سے بچنے کا کوئی آسان راستہ عطاء فرمادے؟ جہنم سے بچنے کے لئے تیرے عذاب سے چھٹکارے کے لئے، اور جنت کے حصول کے لئے کوئی ترکیب بتا دیجئے کہ جس کے ذریعہ سے میں جہنم سے چھٹکارہ حاصل کرلوں اور جنت میں داخلہ مل جائے؟ تو اللہ پاک نے فرمایا کہ اے نعمان بن ثابت جو کوئی شخص صبح و شام ان کلمات کو اداء کرلے گا تو میں اس کو جہنم سے خلاصی عطاء کردوں گا اور جنت میں داخلہ مل جائے گا اس پر حضرت امام صاحبؒ نے کہا کہ اے اللہ وہ کون سے کلمات ہیں تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا (سبحا ن اللہ الواحد الا حد سبحان اللہ الفرد الصمد سبحان الذی من بسط الارض علی ماء جمدسبحان من قسّم الارزا ق ولم ینس احد سبحا ن الذی لم یتخذ صاحبۃ و لا ولد سبحا ن الذی لم یلد و لم یو لد و لم یکن لہ کفوا احد) غالباً دو جملوں میں کچھ جھول ہے اس کو بعد کسی ذریعہ سے ٹھیک کرلیں، "سیرت امام اعظم میں اور الموفق" وغیرہ میں اس کا تذکرہ آپ کو مل جائے گا،، امام صاحبؒ کے حالات اور واقعات میں بھی ان کلمات کا ذکر باضابطہ موجود ہے۔

غرض میرے دوستو: یہ چند کلمات ہیں جن کو اگر کوئی شخص صبح و شام ادا کرتا ہے تو اللہ پاک اس کے لئے جہنم سے خلاصی کا اور جنت میں داخلہ کا اعلان فرماتا ہے۔

عزیز دوستو: یہ عظیم المرتبت ہستی حضرت نعمان بن ثابتؒ کی ہے یہ وہی عظیم الشان شخصیت کے مالک ہیں جو کوفہ کا مولد ومسکن رکھنے والے ہزاروں فقہی جزئیات کے حامل ومالک چالیس علماء کرام کی ایک عظیم الشان کو نسل بنا کر اپنے فقہ کو ایک دستوری شکل دینے والی شخصیت ہے ایسے بزرگان دین وعلماء کرام اور فقہائے دین کی ہم چاہے جتنی بھی قدر کریں کم ہے اور بالخصوص آدمی کو ان حضرات سے متعلق زبان درازی سے احتیاط کرنی چاہیئے، بڑا محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور ان کی اقتداءاور پیروی کو باعثِ ثواب وسعادتِ دارین سمجھنا چاہیئے۔

اللہ پاک سے دعاء ہے کہ اللہ ہم سب کو اپنے فقہاء کی قدردانی کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین